ISSN – 2277-7911
Impact Factor – 5.958
YOUNG RESEARCHER
A Multidisciplinary Peer-Reviewed Refereed Research Journal
Jan-Feb-Mar 2025
Vol. 14 No. 1

انور سجاد کی ناول نگاری ایک فکری و فنی مطالعہ

ڈاکٹر طارق حسین تمکین

ایسوسی ایٹ پروفیسر، گورنمنٹ ڈگری کالج چھاترو، جموں و کشمیر

Corresponding Author: ڈاکٹر طارق حسین تمکین

DOI - 10.5281/zenodo.22158869

تلخیص (Abstract):

اردو ناول کی جدید روایت میں علامتی اور استعاراتی طرزِ اظہار کو نئی جہت عطا کرنے والے نمایاں فکشن نگاروں میں انور سجاد کا شمار ہوتا ہے۔ زیرِ نظر مقالے میں انور سجاد کی علامتی ناول نگاری کا تنقیدی اور تجزیاتی مطالعہ پیش کیا گیا ہے، بالخصوص ان کے اہم ناولوں "خوشیوں کا باغ "اور "جنم روپ "کے حوالے سے۔ انور سجاد نے علامت، استعارہ، تمثیل، نفسیاتی تجزیے اور بصری فنون، باالخصوص بوش کی علامتی مصوری سے استفادہ کرتے ہوئے جدید شہری معاشرے کے مسائل، تیسری دنیا کی سماجی و سیاسی صورتِ حال، انسانی استحصال، جبر، خوف، بے بسی اور وجودی اضطراب کو مؤثر فنی پیرائے میں پیش کیا ہے۔ مقالے میں ان کے ناولوں کے فکری، فنی اور علامتی عناصر کا جائزہ لیتے ہوئے ان کے منفرد اسلوب، موضوعاتی وسعت اور اردو علامتی ناول کی تشکیل و ارتقا میں ان کے کردار کو نمایاں کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

کلیدی الفاظ (Keywords): انور سجاد، علامتی ناول، خوشیوں کا باغ، جنم روپ، علامت، استعارہ، تمثیل، تیسری دنیا، بوش، جدید اردو ناول، نفسیاتی تجزیہ، شہری معاشرہ۔

تعارف

اردو ناول نے اپنے ارتقائی سفر کے دوران موضوع، تکنیک، ہیئت اور اسلوب کے حوالے سے متعدد تبدیلیوں کو قبول کیا ہے۔ بیسویں صدی کے نصفِ آخر میں جب اردو فکشن پر جدیدیت کے اثرات گہرے ہوئے تو علامت، استعارہ اور تمثیل نے اظہار کے نئے امکانات پیدا کیے۔ اس عہد کے فکشن نگاروں نے خارجی حقیقت کو محض براہِ راست بیان کرنے کے بجائے علامتی اور استعاراتی اسلوب کو اختیار کیا، جس کے نتیجے میں اردو ناول میں فکری گہرائی، معنوی تہہ داری اور فنی تنوع پیدا ہوا۔

انور سجاد جدید اردو فکشن کی اسی علامتی روایت کے ایک منفرد اور اہم نمائندہ ہیں۔ انھوں نے اپنے ناولوں میں انسانی باطن کی بے چینی، سماجی جبر، سیاسی استبداد، تہذیبی انتشار اور وجودی مسائل کو علامتوں اور استعارات کے ذریعے پیش کیا ہے۔ ان کے یہاں علامت محض اظہار کا فنی وسیلہ نہیں بلکہ ایک جامع فکری نظام کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے ناول قاری کو سطحی معنی سے آگے بڑھ کر متن کی داخلی معنویت اور پوشیدہ مفاہیم کی تلاش پر آمادہ کرتے ہیں۔

زیرِ نظر مقالے میں انور سجاد کی علامتی ناول نگاری کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں بالخصوص "خوشیوں کا باغ "اور "جنم روپ "کو مرکزِ مطالعہ بنایا گیا ہے۔ مقالے کا بنیادی مقصد انور سجاد کے علامتی اسلوب، فکری جہات، نفسیاتی شعور، سماجی آگہی اور اردو علامتی ناول کی روایت میں ان کی خدمات کا جائزہ لینا ہے، تاکہ ان کی فنی انفرادیت اور تخلیقی رویے کو زیادہ واضح طور پر سمجھا جا سکے۔

روایتی انداز کے مطابق کرداروں کے نام یا واضح شناختیں نہیں ملتیں۔ اس کے بجائے کہانی کی مختلف تہیں "میں "کے کردار کے ذریعے سامنے آتی ہیں۔ یہ میں "محض ایک فرد کی نمائندگی نہیں کرتا بلکہ " ایک ایسے اجتماعی انسان کی علامت بن جاتا ہے جو غیر انسانی اور غیر جمہوری معاشرتی نظام کا شکار ہے۔

ناول میں پیش کیا جانے والا معاشرہ بنیادی طور پر تیسری دنیا کے اس شہری سماج کی نمائندگی کرتا ہے جہاں انتشار، تشدد، خوف، مفاد پرستی اور انسانی بے حسی عام ہو چکی ہے۔ "میں "اس ماحول سے اس قدر مرعوب ہے کہ حالات کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت اس کے اندر باقی نہیں رہتی۔ پورے ناول میں اس کردار کے ذریعے خاموشی، خوف اور بے بسی کی کیفیت نمایاں ہوتی ہے۔

یہاں تک کہ "میں "کی والدہ کی وفات کو ابھی چند گھنٹے ہی گزرے ہوتے ہیں کہ کمپنی کا چیئرمین اور ایم ڈی اسے فوری طور پر دفتر پہنچنے کا حکم دیتے ہیں تاکہ انکم ٹیکس کے گوشوارے مکمل کیے جا سکیں۔ "میں "ذاتی غم، خاندانی تعلق اور معاشرتی رسم و رواج کو پسِ پشت ڈال کر دفتر جانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

اس صورتِ حال کے ذریعے مصنف نے کسی ایک شخص کی داستان بیان نہیں کی بلکہ تیسری دنیا کے اس اجتماعی انسان کی تصویر پیش کی ہے جو رشتوں، انسانی جذبات اور سماجی اقدار پر مادی مفادات کو ترجیح دینے پر مجبور ہو چکا ہے۔ اس فرد کی اجتماعی قوت اس قدر کمزور ہو گئی ہے کہ وہ اپنی ذات اور اپنے فیصلوں پر بھی مکمل اختیار نہیں رکھتا۔

"بوش کی مصوری اور "خوشیوں کا باغ

خوشیوں کا باغ "کی علامتی ساخت پر بوش" کی بصری اور علامتی مصوری کے اثرات (Bosch)

اردو علامتی ناول کی روایت کو مستحکم کرنے والے تخلیق کاروں میں انور سجاد کا نام خصوصی اہمیت رکھتا ہے۔ انتظار حسین کے بعد جن ناول نگاروں نے علامتی فن کو ایک نئی فنی سطح پر پہنچایا، انور سجاد ان میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ ان کا طرزِ اظہار پیچیدہ، تہہ دار، علامتی اور استعاراتی ہے۔ یہی پیچیدگی بعض اوقات قاری سے غیر معمولی فکری توجہ اور گہرے ادراک کا تقاضا کرتی ہے۔

انور سجاد کے ادبی سفر میں دو اہم ناول "خوشیوں کا باغ) "1981ء (اور "جنم روپ) "1985ء (خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔ ان دونوں میں خوشیوں کا باغ "نے انہیں زیادہ شہرت اور ادبی " شناخت عطا کی۔ دوسری جانب "جنم روپ "ایک نفسیاتی نوعیت کا ناول ہے جس میں عورت کے جذباتی انتشار، داخلی کشمکش اور فکری پابندیوں کو موضوع بنایا گیا ہے۔

جنم روپ "کی کہانی بنیادی طور پر ایک ایسی " عورت کے گرد گھومتی ہے جو اپنی ذات اور اپنی دنیا کو اپنی مرضی سے تشکیل دینا چاہتی ہے، لیکن مشرقی معاشرتی نظام میں عورت پر عائد پابندیاں اس کی راہ میں حائل رہتی ہیں۔ اس کی خواہشات اور آزادی کا دائرہ ازدواجی زندگی کی حدود میں مقید ہو جاتا ہے۔ وہ ذہنی اور جسمانی دونوں سطحوں پر شوہر کے غلبے کا شکار ہے۔ اس صورتِ حال سے نجات حاصل کرنا اس کے لیے انتہائی دشوار بلکہ تقریباً ناممکن دکھائی دیتا ہے۔ انور سجاد نے اس داخلی کشمکش کو نفسیاتی مشاہدے اور پیچیدہ تمثیلی اسلوب کے ذریعے پیش کیا ہے۔

خوشیوں کا باغ :"علامتی معنویت"

خوشیوں کا باغ "انور سجاد کا ایک اہم اور قابلِ " ذکر ناول ہے۔ موضوع اور مواد کے اعتبار سے اس میں کئی فکری اور معنوی سطحیں موجود ہیں۔ ناول میں

ہے۔ ان کے نزدیک جس طرح بوش کی مصوری میں فطری اور انسانی نظام انتشار کا شکار دکھائی دیتا ہے، اسی طرح جدید معاشرت میں بھی طاقت، مفاد اور استحصال نے انسانی زندگی کے فطری توازن کو بگاڑ دیا ہے۔

بوش کی معروف علامتی مصوری میں پہلے پینل میں حوا کی تخلیق کو مختلف اشاروں اور استعارات کے ذریعے پیش کیا گیا ہے۔ دوسرے پینل میں "خوشیوں کا باغ "جانوروں اور برہنہ انسانی پیکروں سے بھرا ہوا دکھائی دیتا ہے، جب کہ تیسرے پینل میں موسیقی کے جہنم کا تصور سامنے آتا ہے، جہاں انسان عارضی جسمانی لذتوں کے حصول کے نتیجے میں دائمی عذاب سے دوچار دکھایا گیا ہے۔

ناول میں بوش کی تصویری دنیا کا ایک منظر اس طرح پیش کیا گیا ہے:

تو بالکل سامنے تین ...."
ٹانگوں والی اونچی کرسی پر ایک
عفریت بیٹھا ہے۔ اس کے مینڈک
ایسے جسم کو کھینچ تان کر
انسان کی شکل دی گئی
ہے ....اس کی کھلی چونچ،
ایک بڑے پرندے کا آدھا دھڑ نگل
چکی ہے۔ اس لڑکی کی ران پر
اس کے ہاتھ کی گرفت مضبوط ہے
اور دیکھو کہ اس لڑکی کا کھلا
آدھا دھڑ، گھتی سے لٹکی لڑکی
کے نظر آتے نچلے دھڑ کی بالکل
کاربن کاپی ہے۔ اس برہنہ لڑکی
کی رانوں کے بیچ سے ابابیل نکل
کر مائل بہ پرواز ہیں۔ کچھ ایسی

نمایاں ہیں۔ بوش شہر ٹوکن بوش سے تعلق رکھنے والا مصور تھا، جس کا اصل نام جیر دم وان آکن تھا۔ اس کی مصوری کو تاریخی، سماجی اور نفسیاتی اعتبار سے خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس کے فن پاروں میں انسانی نفسیات، مذہبی تصورات، سماجی رویوں اور انسانی کمزوریوں کی پیچیدہ عکاسی ملتی ہے، اسی لیے ماہرینِ نفسیات اور فنونِ لطیفہ کے محققین کے لیے بھی اس کی مصوری خاصی اہمیت رکھتی ہے۔

بوش نے پندرھویں صدی عیسوی کے اس دور میں تخلیقی کام کیا جب سائنسی شعور کے فروغ اور قدیم عقائد کے ازسرِنو جائزے کا عمل جاری تھا۔ تحریکِ احیائے علوم کے اثرات اس کے فن میں کسی نہ کسی صورت میں محسوس کیے جا سکتے ہیں، تاہم اس نے اس تحریک کو باقاعدہ ایک فکری تحریک کے طور پر قبول نہیں کیا۔

بوش کے بیشتر فن پاروں میں علامتی اور تمثیلی عناصر نمایاں ہیں۔ ماہرینِ نفسیات نے اس کی مصوری کو عمومی طور پر تین اقسام میں تقسیم کیا ہے :مذہبی، مخلوط یعنی سیکولر، اور فنتیسی۔ انور سجاد نے "خوشیوں کا باغ "کی تخلیقی تشکیل میں انہی علامتی تصویروں اور ان کے معنوی نظام سے استفادہ کیا ہے۔ وہ اس حوالے سے خود لکھتے ہیں:

میرے ناول کے حوالے ...."
سے ایک اور دو غیر متعلق ہیں۔
بوش اپنی عظیم فنتیسی تصاویر
میں دنیا کو اپنے زاویۂ نظر سے
دکھاتا ہے جس میں فطرت کا
قدرتی نظام درہم برہم ہو چکا
ہے--------) "1(

انور سجاد نے بوش کی تصویری دنیا کو موجودہ معاشرتی صورتِ حال کی تفہیم کے لیے استعمال کیا

ہے تو باہر سارا ہجوم، سارا شہر،
سارا ملک، ساری کائنات خطرناک
ہے انھوں نے اپنے مقدر پر لگی جبر
و استبداد کی مہریں توڑ ڈالی
ہیں----) "3(

اس اقتباس میں داخلی آواز اور خارجی دنیا کے درمیان ایک بنیادی تضاد قائم کیا گیا ہے۔ مصنف کے نزدیک خواہش، خیال اور لفظ کو آواز دینا اگر خطرناک عمل ہے تو اس سے کہیں زیادہ خطرناک وہ خارجی دنیا ہے جہاں جبر و استبداد اپنی انتہا کو پہنچ چکا ہے۔

ناول کے دوسرے اور تیسرے صفحات پر دو بڑے اور خوف ناک بازو دکھائے گئے ہیں جو اپنی طاقتور مٹھیوں میں دو کمزور بازوؤں کو جکڑے ہوئے ہیں اور ان کے نیچے "خوشیوں کا باغ "تحریر ہے۔ یہ طاقت ور بازو ایک ایسے غیر انسانی اور غیر جمہوری معاشرتی نظام کی علامت ہیں جو جدید شہری زندگی کے کمزور انسان کو اپنے شکنجے میں جکڑے ہوئے ہیں۔

یہ علامتیں ناول کے مختلف صفحات پر بار بار نمودار ہوتی ہیں اور یوں پورے متن میں جبر، طاقت اور بے بسی کے مرکزی تصور کو مسلسل تقویت ملتی ہے۔

صفحہ نمبر چھ پر ایک جدید طرز کے انسان کی تصویر پیش کی گئی ہے جو چہرے پر ہاتھ رکھے گہری سوچ میں مبتلا ہے اور اس کے ہاتھ میں سلگتا ہوا سگریٹ ہے۔ اس تصویر کے ساتھ درج عبارت انسانی شعور، یادداشت اور خود آگہی کے تصور کو اجاگر کرتی ہے:

"--------جب میں نیا نیا بیدار ہوا تو
میں نے دن کو پہچان لیا یہ گزرا ہوا

افراتفری ہے کہ ان ابابیلوں کی
پرواز کی سمت متعین نہیں
ہوتی-----) "2(

یہ منظر محض ایک مصوری کی لفظی تصویر کشی نہیں بلکہ جدید شہری زندگی کے انتشار، جنسی استحصال، طاقت کے ناجائز استعمال اور انسانی اقدار کی پامالی کی علامتی نمائندگی بھی کرتا ہے۔ انور سجاد بوش کی تصویری علامتوں کے ذریعے اس عہد کی ان طاقتوں کو سامنے لاتے ہیں جو اپنے مفادات کے لیے انسانیت کو مسلسل استحصال کا نشانہ بنا رہی ہیں۔

مصنف نے موضوع اور مواد کو وسیع استعاراتی سطح پر برتا ہے، جس کے باعث متن میں کئی معنوی امکانات پیدا ہوتے ہیں۔ یہی معنوی تہہ داری بعض مقامات پر قاری کے ذہن میں اضطراب اور الجھن کی کیفیت بھی پیدا کرتی ہے۔

علامتیں اور بصری تشکیل

ناول کے سرورق پر ایک ایسی چڑیا کی تصویر پیش کی گئی ہے جو پرواز کے لیے بے تاب ہے، لیکن اس کے پاؤں میں لوہے کی زنجیر پڑی ہوئی ہے اور اس زنجیر کا دوسرا سرا ایک بڑے انسانی پاؤں کے نیچے دبا ہوا ہے۔ یہ تصویر آزادی کی خواہش اور جبر کے درمیان کشمکش کی واضح علامت بن جاتی ہے۔

ناول کے ابتدائی صفحات میں ایک خوف ناک چہرہ بھی دکھائی دیتا ہے جو متن کے مجموعی مزاج کو مزید پراسرار اور اضطرابی بناتا ہے۔ اسی تصویر کے تناظر میں درج ذیل عبارت سامنے آتی ہے:

میں یہاں ایک ہوں- اگر "
خواہشوں، خیالوں اور لفظوں کو
آواز سے روشناس کرانا خطرناک

مساوات اور انسانی احترام کے اصولوں سے متصادم ہیں۔ اسی لیے وہ مذہبی اور تاریخی حوالوں کے ذریعے ایک ایسے معاشرے کا تصور سامنے لاتے ہیں جس کی بنیاد عدل، مساوات اور انسانی آزادی پر قائم ہو۔

اس ضمن میں ناول کا یہ اقتباس قابلِ توجہ ہے:

"........ اور مشن کیا ہے؟ مساوات، عدل و انصاف پر مبنی معاشرے کا قیام ....انسان کے ظلم سے انسان کی نجات، اللہ کی نعمتیں سب انسانوں کے لیے مساوی، مدینہ العلم کے باب ....داماد رسول ابوالحسنین سیدنا علی ابن ابو طالب کا ارشاد ہے کہ خود کو دूसरे کی غلامی میں نہ دو کہ تمہارے رب نے تمہیں آزاد پیدا کیا ہے ....سرکار دو عالم کا مشن حق ہے ....باقی سب باطل۔ حق و باطل کی جنگ زمانوں سے جاری ہے اور تب تک جاری رہے گی جب تک ایک بھی یزید لعین باقی ہے .... جنابِ امام کے لہو رستے قدموں کے نقوش ان راہوں پر چلنے والوں کے لیے نشان بن کر ہمیشہ تازہ رہیں گے ....اس راہ میں سروں سے چادریں بھی کھینچ لی جاتی ہیں اور خیمے بھی لوٹ لیے جاتے ہیں، پا بہ زنجیر بھی کیا جاتا ہے اور سر بھی قلم کر دئیے جاتے ہیں----" (5)

کل تھا ایک اور گزرا ہوا کل، جس کا ایک اور نام تھا ایک دوست جو میری دانست میں مجھ سے بچھڑ گیا تھا جس نے واپس آ کر مجھے حیران کر دیا"--- (4)

یہ اقتباس بیداری، شعور اور انسانی خود آگہی کے علامتی مفہوم کو سامنے لاتا ہے۔ "میں" جب اندھیرے سے روشنی میں آتا ہے تو اس کے سامنے ایک نئی دنیا آشکار ہوتی ہے۔ یہاں پیدائش، بچپن، یادداشت اور شعور کے ارتقائی مراحل کو علامتی سطح پر بیان کیا گیا ہے۔

گزرا ہوا کل "ماضی یا بچپن کی طرف اشارہ کرتا ہے، " جب کہ "دوست "سے مراد احساس، شعور اور فہم و ادراک کا وہ مرحلہ لیا جا سکتا ہے جو انسان کے ذہنی ارتقا کے ساتھ پیدا ہوتا ہے۔ انسان جب اپنی ذات اور اپنے گردوپیش کو سمجھنے لگتا ہے تو خود آگہی کا عمل اس کے لیے ایک نئے عذاب کا دروازہ بھی کھول دیتا ہے۔ اسی تناظر میں ناول میں سوچنے اور شعور کو ایک خوف ناک تجربے کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

مذہبی حوالوں کی علامتی معنویت

ادب اور فن شعور کی مختلف سطحوں سے جنم لیتے ہیں۔ ایسے فن پاروں کی تشکیل میں تخلیق کار بعض اوقات ماضی، مذہبی روایات، تاریخی واقعات اور تہذیبی حافظے سے بھی استفادہ کرتا ہے۔ انور سجاد نے بھی اپنے ناول میں مذہبی حوالوں اور بزرگوں کے اقوال کو موجودہ معاشرتی صورتِ حال کی تفہیم اور اس پر تنقید کے لیے استعمال کیا ہے۔

پاکستان بظاہر ایک اسلامی معاشرہ ہے، لیکن ناول نگار کے نزدیک یہاں عملی سطح پر بہت سی ایسی سماجی حقیقتیں موجود ہیں جو اسلامی عدل،

یہاں بوش کی تصویری دنیا اور تیسری دنیا کے معاشرتی منظرنامے کو باہم مربوط کیا گیا ہے۔ تیسری دنیا "محض جغرافیائی اصطلاح نہیں رہتی " بلکہ ایک ایسے معاشرتی نظام کی علامت بن جاتی ہے جہاں انسانی زندگی طاقت، سرمایہ، خوف اور استحصال کے درمیان گھری ہوئی ہے۔

اسلوب اور فنی پیچیدگی

خوشیوں کا باغ "میں روایتی کردار نگاری کے بجائے " علامتی کرداروں اور تصویری استعاروں کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ "میں "بظاہر ایک فرد ہے، لیکن معنوی سطح پر وہ ان تمام انسانوں کی نمائندگی کرتا ہے جو جدید شہری معاشرے کے جبر، خوف اور استحصال کا شکار ہیں۔

انور سجاد نے ناول میں بوش کی مصوری، مذہبی روایات، تاریخی شعور، نفسیاتی کیفیات اور جدید شہری زندگی کے مسائل کو ایک دوسرے سے مربوط کیا ہے۔ اس امتزاج نے ناول کو معنوی اعتبار سے وسیع اور تہہ دار بنا دیا ہے۔

تاہم یہی فنی پیچیدگی بعض مقامات پر ناول کے ابلاغ کو مشکل بھی بنا دیتی ہے۔ علامتوں کی کثرت، استعاراتی زبان، بصری حوالوں اور مختلف تہذیبی و مذہبی اشاروں کے باعث متن بعض اوقات گنجلک محسوس ہوتا ہے۔ قاری کو ناول کے باطن تک پہنچنے کے لیے مسلسل فکری کاوش کرنا پڑتی ہے۔ اس اعتبار سے "خوشیوں کا باغ "روایتی بیانیہ ناول کے بجائے ایک ایسا علامتی اور استعاراتی متن ہے جو قاری سے فعال شرکت اور گہرے ادراک کا تقاضا کرتا ہے۔

المختصر انور سجاد کی علامتی ناول نگاری اردو فکشن میں ایک منفرد اور اہم تجربے کی حیثیت رکھتی ہے۔ انہوں نے ناول کو محض واقعات اور کرداروں کی داستان بنانے کے بجائے علامت، استعارہ،

اس اقتباس میں مذہبی اور تاریخی علامتوں کو موجودہ معاشرتی استحصال کے خلاف احتجاجی شعور کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ انور سجاد کی تیسری دنیا "ایک ایسا معاشرہ ہے جہاں مذہب کی " ظاہری شناخت کے باوجود سرمایہ دارانہ اور بااثر طبقات اپنے مفادات کی خاطر عام انسان کا استحصال کرتے ہیں۔ چنانچہ ناول نگار عدل، مساوات، آزادی اور انسانی احترام کے تصورات کو مذہبی حوالوں کے ذریعے تقویت دیتا ہے۔

سرکارِ دو عالم کا مشن حق ہے "جیسے تصورات ناول " میں حق اور باطل کی دائمی کشمکش کی علامت بن جاتے ہیں۔ اس طرح تاریخی اور مذہبی واقعات موجودہ عہد کے جبر کے خلاف مزاحمت کے استعارے میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

انور سجاد کا یہ ناول بنیادی طور پر تیسری دنیا کے معاشرتی اور سیاسی نظام میں موجود تشدد، استحصال اور جبر کے خلاف احتجاج کی صورت اختیار کرتا ہے۔ مصنف یہ احساس پیدا کرتا ہے کہ ظلم اور جبر کے مقابلے میں خوف کے بجائے مزاحمت کا رویہ اختیار کیا جانا چاہیے۔ حق کی جدوجہد میں قربانی اور آزمائش ناگزیر ہو سکتی ہے، لیکن یہی قربانیاں انسانی آزادی اور عدل کے تصور کو زندہ رکھتی ہیں۔

تیسری دنیا "اور استحصالی معاشرہ"

ناول میں مختلف مقامات پر بوش کی علامتی تصویروں اور مذہبی و تاریخی حوالوں کے ذریعے انسانی استحصال اور معاشرتی انتشار کو نمایاں کیا گیا ہے۔ اسی تناظر میں یہ جملہ خصوصی معنویت رکھتا ہے:

بوش کے "خوشیوں کا باغ " ......"
کا ہر پینل ایک دنیا ہے اور تیسرا
پینل تیسری دنیا۔"

مخصوص فرد یا معاشرے کی کہانی کے بجائے وسیع انسانی تجربے سے جوڑ دیتی ہے۔

اگرچہ ان کے استعاراتی اور علامتی اسلوب کی پیچیدگی بعض اوقات ابلاغ میں دشواری پیدا کرتی ہے، لیکن یہی پیچیدگی ان کے فنی امتیاز کا بھی حصہ ہے۔ انور سجاد نے اردو ناول کو ایک ایسے اسلوب سے آشنا کیا جس میں لفظ، تصویر، علامت، تاریخ، مذہب اور نفسیات باہم مل کر ایک پیچیدہ مگر بامعنی فکری دنیا تشکیل دیتے ہیں۔ اس اعتبار سے اردو علامتی ناول کی تاریخ میں انور سجاد کا مقام نہایت اہم اور قابلِ توجہ ہے----

حوالہ جات

1) انور سجاد ۔ خوشیوں کا باغ۔ شعور پبلی کیشنز نئی دہلی ۔ ص 11
2) انور سجاد ۔ خوشیوں کا باغ-۔ ص 73
3) انور سجاد ۔ خوشیوں کا باغ۔ ص 1
4) انور سجاد ۔ خوشیوں کا باغ۔ ص 54
5) انور سجاد۔ خوشیوں کا باغ۔ ص17

تمثیل، نفسیاتی تجزیے اور بصری فنون کے امتزاج سے ایک وسیع فکری تجربے میں تبدیل کیا ہے۔

جنم روپ "میں عورت کی داخلی کشمکش، جذباتی " اضطراب اور معاشرتی پابندیوں کو نفسیاتی اور تمثیلی انداز میں پیش کیا گیا ہے، جب کہ "خوشیوں کا باغ "میں جدید شہری معاشرے، تیسری دنیا کی سیاسی و سماجی صورتِ حال، انسانی استحصال، جبر، خوف اور بے بسی کو مرکزی موضوع بنایا گیا ہے۔

بوش کی علامتی مصوری سے استفادہ انور سجاد کی فنی تکنیک کا ایک اہم پہلو ہے۔ انہوں نے بوش کی تصویری علامتوں کو محض نقل نہیں کیا بلکہ انہیں اپنے عہد کے سماجی اور سیاسی مسائل کے اظہار کا وسیلہ بنایا۔ اسی طرح مذہبی اور تاریخی حوالوں نے ناول کے فکری نظام کو مزید وسعت دی ہے۔

انور سجاد کے ہاں "میں "ایک فرد کی محدود شناخت سے بلند ہو کر اجتماعی انسان کی علامت بن جاتا ہے۔ یہی علامتی وسعت ان کے ناول کو ایک